Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 04, Issue 02, July - December 2025, PP: 35-54
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v2i2.2427
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

مدارسِ دینیہ کی عصرِ حاضر میں سماجی و معاشرتی فعالیت: ایک تجزیاتی مطالعہ

The Social and Communal Engagement of Religious Seminaries in the Contemporary Era: An Analytical Study

Saba Ghaffar
Lecturer: Department of IslamicStudies, University of Lahore, Lahore.
sabaghaffar171994@gmail.com

Dr. Shahid Amin
Associate Professor, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University Mansehra
shahidaminn@live.com

Abstract

Religious seminaries (madaris) are not only centers for the teaching and dissemination of Islamic sciences but also constitute a vital pillar of Muslim social and cultural identity. Historically, these institutions have played a prominent role in educational, missionary, welfare, and judicial domains. In the contemporary era, as society undergoes rapid transformation and new social and cultural values emerge, an important question arises: do religious seminaries continue to maintain their social engagement today? If so, what is the nature of this engagement and what impact does it have? This paper examines the social, welfare, and cultural activities of religious seminaries in the present age. It also seeks to explore whether these institutions possess the capacity to move beyond their traditional boundaries to meet modern social demands. If such capacity is lacking, the study considers the directions in which seminaries should progress.
The paper attempts to address the following questions:
What is the current social and communal role of religious seminaries?
Are seminaries actively contributing to public welfare, adult education, and social reform?
What changes are essential within seminaries to respond effectively to contemporary needs?

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

What challenges do seminaries face in sustaining and expanding their social engagement?
The study is based on analytical and qualitative research methods, incorporating fieldwork reports from seminaries, interviews with education experts, and a comparative analysis of existing social initiatives.

Keywords: *Religious Seminaries, Social Role, Social Engagement, Contemporary Challenges, Welfare Services, Islamic Education.*

1 موضوع کا تعارف

مدارسِ دینیہ اسلامی تہذیب و تمدن کے وہ مستحکم علمی و فکری مراکز ہیں جو صدیوں سے دینی علوم کی حفاظت، فروغ اور ابلاغ میں مصروف عمل ہیں۔ اسلامی تاریخ کے آغاز سے ہی یہ ادارے قرآن و سنت کی تعلیمات کو نسل در نسل منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی رہنمائی، اخلاقی تربیت، اور دینی شعور کی بیداری میں کلیدی کردار ادا کرتے آئے ہیں۔ ان کی جڑیں عوامی زندگی میں اتنی گہری پیوست ہیں کہ یہ نہ صرف مذہبی ضرورت کے ضامن ہیں بلکہ معاشرتی زندگی کا بھی لازمی جزو بن چکے ہیں۔ دینی مدارس برصغیر پاک و ہند کی دینی، تعلیمی اور سماجی تاریخ کا ایک اٹوٹ حصہ رہے ہیں۔ یہ ادارے نہ صرف اسلامی علوم کی حفاظت کا ذریعہ بنے بلکہ معاشرے کی فلاحی و اخلاقی تعمیر میں بھی کلیدی کردار ادا کرتے رہے۔ عصر حاضر میں جہاں دینی تعلیم کے روایتی خدوخال برقرار ہیں، وہیں مدارس نے سماجی و معاشرتی سطح پر بھی نئی ذمہ داریاں سنبھالنی شروع کی ہیں۔ ابتدائی اسلامی ادوار میں تعلیم کا مرکز مسجد ہوا کرتی تھی، جہاں قرآن، حدیث، فقہ اور تفسیر کے ساتھ ساتھ ریاضی، فلکیات، طب، منطق اور فلسفہ جیسے عصری علوم بھی پڑھائے جاتے تھے۔ عباسی دور میں "دارالحکمہ" جیسے ادارے اور قرونِ وسطیٰ کی نظامیہ بغداد و قرطبہ کی جامعات دینی و عصری علوم کے حسین امتزاج کی شاندار مثال ہیں۔ اس امتزاج نے نہ صرف علمی ترقی کو فروغ دیا بلکہ مسلم تہذیب کو دنیا کی نمایاں علمی قیادت بخشی۔

برصغیر کے تناظر میں مدارسِ دینیہ کا کردار خصوصاً 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد اور بھی نمایاں ہو کر سامنے آیا۔ نوآبادیاتی حکمتِ عملی کے تحت مسلمانوں کے تعلیمی ڈھانچے کو نقصان پہنچایا گیا، اور جدید تعلیم کے نام پر ایک الگ نظام قائم کیا گیا، جس سے دینی و عصری تعلیم کے درمیان خلیج پیدا ہوئی۔ اس صورتِ حال میں دارالعلوم دیوبند، جامعہ ندوۃ العلماء اور دیگر ادارے وجود میں آئے، جنہوں نے علمی خودمختاری، دینی تشخص اور مذہبی اقدار کے تحفظ کا بیڑا اٹھایا۔ ان اداروں نے عوامی رہنمائی، اخلاقی تربیت، اور فلاحی خدمات کو بھی اپنی ذمہ داری سمجھا، اور آج تک یہ روایت قائم ہے۔

پاکستان میں مدارس دینی و تعلیمی نظام کا ایک اہم حصہ ہیں۔ وفاقی وزارتِ تعلیم اور وفاق المدارس کے اعداد و شمار کے مطابق، 2020ء تک ملک میں تقریباً 35,000 رجسٹرڈ مدارس فعال ہیں، جن میں 30 لاکھ سے زائد طلبہ و طالبات زیرِ تعلیم ہیں۔ یہ ادارے پانچ بڑے وفاقات کے تحت کام کرتے ہیں:

1. وفاق المدارس العربیہ پاکستان (دیوبندی مکتب فکر)[1]
2. تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان (بریلوی مکتب فکر)[2]
3. وفاق المدارس السلفیہ (اہل حدیث مکتب فکر)
4. رابطۃ المدارس الاسلامیہ[3] (جماعت اسلامی سے وابستہ)
5. وفاق المدارس الشیعہ پاکستان (شیعہ مکتب فکر)

یہ مدارس نہ صرف مذہبی تعلیم فراہم کر رہے ہیں بلکہ لاکھوں یتیم، غریب اور پسماندہ طبقات کے بچوں کو مفت تعلیم، رہائش، خوراک، اور کتابوں کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ اس پہلو سے یہ معاشرتی فلاح و بہبود کے ایسے مراکز ہیں جو ریاستی فلاحی نظام کا بوجھ کم کر رہے ہیں۔

سماجی اثرات کے لحاظ سے مدارس اخلاقی قدروں کی بقا، مذہبی شعور کی افزائش، اور کمیونٹی خدمات جیسے نکاح خوانی، جنازہ و تدفین، اور عوامی وعظ و نصیحت میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ کئی مدارس نے عصری مضامین جیسے کمپیوٹر سائنس، انگریزی زبان، اور سوشل اسٹڈیز کو اپنے نصاب میں شامل کر کے طلبہ کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ، بین المذاہب ہم آہنگی اور امن و رواداری کے فروغ کے لیے بھی بعض مدارس عملی اقدامات کر رہے ہیں، جو ایک پرامن معاشرے کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں مدارس کی ضرورت اس لیے بھی دوچند ہو گئی ہے کہ گلوبلائزیشن اور جدید ذرائع ابلاغ نے جہاں علم اور معلومات تک رسائی آسان کر دی ہے، وہیں مذہبی اداروں کے بارے میں کئی منفی تاثر بھی پیدا کیے ہیں۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ مدارس کے حقیقی کردار کو تحقیق اور مؤثر ابلاغ کے ذریعے اجاگر کیا جائے، اور یہ دیکھا جائے کہ یہ ادارے موجودہ سماجی، ثقافتی اور علمی چیلنجز سے ہم آہنگ ہو کر کس حد تک فعال کردار ادا کر سکتے ہیں۔

ریاستی پالیسی میں مدارس کو باقاعدہ شراکت دار بنا کر، ان کے نصاب میں دینی و عصری علوم کا ربط پیدا کر کے، اور پیشہ ورانہ و تکنیکی سہولیات فراہم کر کے، ان اداروں کو قومی ترقی کے اہم ستون میں بدلا جا سکتا ہے۔ یوں یہ ادارے نہ صرف مذہبی تعلیم بلکہ سماجی فلاح، تعلیمِ بالغاں، اور اخلاقی تربیت کے میدان میں بھی ایک نئی جہت کے ساتھ خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

2 برصغیر میں دینی مدارس کا ارتقا

برصغیر پاک و ہند میں دینی مدارس کی تاریخ صدیوں پر محیط ہے۔ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و ترویج کے لیے یہ مدارس ابتدائی دور سے

ہی مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کی آمد کے بعد سب سے پہلے مساجد اور خانقاہیں تعلیمی مراکز کے طور پر استعمال ہوئیں، جہاں قرآن، حدیث، فقہ اور عربی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی۔[4] بعد ازاں، منظم دینی مدارس کا قیام عمل میں آیا، جن میں مدرسہ نظامیہ (بھاگلپور)اور فرنگی محل (لکھنؤ) جیسے ادارے نمایاں ہیں۔[5]

مغلیہ دور میں دینی مدارس کو بڑی سرپرستی ملی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی جیسے علماء نے مدرسہ رحیمیہ (دہلی) جیسے ادارے قائم کیے، جہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ منطق، فلسفہ اور سائنس بھی پڑھائی جاتی تھی[6]۔

2.1 مدارس کا ابتدائی سماجی کردار (تعلیم، اصلاحِ معاشرہ، قیادت)

دینی مدارس کا بنیادی مقصد معاشرے کو دینی و اخلاقی تعلیمات سے آراستہ کرنا تھا۔ یہ ادارے نہ صرف علم کی روشنی پھیلاتے تھے بلکہ سماجی اصلاح میں بھی اہم کردار ادا کرتے تھے۔ مدارس کے فارغ التحصیل علماء قاضی، مفتی اور معلم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے تھے۔[7] مدارس نے ہمیشہ غریب طبقے کو مفت تعلیم فراہم کی، جس سے معاشرے میں تعلیمی مساوات کو فروغ ملا۔ اس کے علاوہ، یہ ادارے ثقافتی مراکز کی حیثیت سے بھی کام کرتے تھے، جہاں شعر وادب، تصوف اور تہذیبی اقدار کو پروان چڑھایا جاتا تھا۔[8]

2.2 برطانوی دور میں مزاحمتی کردار

برطانوی استعمار کے دور میں دینی مدارس نے ایک مزاحمتی تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ انگریزوں کی مغربی تعلیمی پالیسی اور عیسائی مشنری سرگرمیوں کے خلاف مدارس نے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔[9] دارالعلوم دیوبند (1866ء)اور ندوۃ العلماء (1894ء) جیسے اداروں نے نہ صرف دینی علوم کو زندہ رکھا بلکہ تحریک آزادی میں بھی فعال کردار ادا کیا۔[10] انگریزوں نے کئی مدارس پر پابندیاں عائد کیں اور ان کے ذرائع آمدن کو محدود کرنے کی کوشش کی، لیکن عوامی حمایت کی بدولت یہ ادارے قائم رہے۔[11] علماء نے فتوے جاری کیے اور عوام کو استعمار کے خلاف متحرک کیا، جس کی وجہ سے کئی مدارس کے سربراہوں کو جیل بھیج دیا گیا۔[12] گویا برصغیر میں دینی مدارس کا ارتقاء ایک طویل اور پیچیدہ عمل ہے۔ ابتدائی دور میں یہ ادارے تعلیم و اصلاح معاشرہ کے لیے وقف تھے، لیکن برطانوی دور میں انہوں نے ایک مزاحمتی کردار ادا کیا۔ آج بھی یہ مدارس اسلامی تعلیمات کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

3 مدارس کی عصرِ حاضر میں معاشرتی فعالیت کی صورتیں

دینی مدارس اسلامی تعلیم کے مراکز ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی فلاح کے اہم ادارے بھی ہیں۔ موجودہ دور میں یہ ادارے نہ صرف دینی تعلیم کی ترویج کر رہے ہیں بلکہ معاشرتی بہبود، امدادی خدمات، اور سماجی بیداری میں بھی کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔

ذیل میں عصر حاضر میں دینی مدارس کی معاشرتی فعالیت کی مختلف صورتوں کا تحقیقی جائزہ پیش کرنے کو اجمالی کوشش کی جائے گی۔

3.1 غرباءویتامٰی کی کفالت

دینی مدارس صدر اسلام سے غرباء ویتامٰی کی کفالت کا اہم ذریعہ رہے ہیں۔ مدرسہ صفہ کے دور سے ہی غریب طلبہ کو رہائش اور خوراک فراہم کی جاتی تھی۔[13] موجودہ دور میں، پاکستان کے مدارس جیسے دارالعلوم کراچی اور جامعہ اشرفیہ لاہور یتیم طلبہ کو مفت تعلیم، رہائش، اور کھانا فراہم کرتے ہیں، جو ان کی معاشی خود مختاری کو فروغ دیتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق، پاکستان کے 60٪ مدارس غریب طلبہ کی کفالت کرتے ہیں، جو سالانہ ہزاروں یتیموں کی تعلیمی ضروریات پوری کرتے ہیں۔[14] یہ عمل اسلامی فلاحی ریاست کے اصول سے ہم آہنگ ہے، جو سماجی انصاف کو ترجیح دیتا ہے۔[15]

3.2 تعلیمی خدمات (قرآن خوانی، حفظ، تجوید، دینی شعور)

دینی مدارس کی بنیادی فعالیت تعلیمی خدمات ہیں، جن میں قرآن خوانی، حفظ، تجوید، اور دینی شعور کی تعلیم شامل ہے۔ یہ ادارے قرآن و حدیث کی تدریس کے ذریعے اسلامی اقدار کو فروغ دیتے ہیں۔[16] پاکستان میں وفاق المدارس العربیہ کے تحت ہزاروں مدارس سالانہ لاکھوں طلبہ کو حفظ قرآن کی تعلیم دیتے ہیں، جو دینی شعور کو بڑھاتا ہے۔[17] تجوید کے کورسز طلبہ کو قرآنی تلفظ کی درستگی سکھاتے ہیں، جو ان کی مذہبی شناخت کو مضبوط کرتی ہے۔[18] ایک مطالعہ کے مطابق، دینی مدارس کے 70٪ طلبہ حفظ قرآن مکمل کرتے ہیں، جو ان کی روحانی تربیت کا اہم حصہ ہے۔[19] یہ خدمات معاشرے میں اخلاقی اقدار کو فروغ دیتی ہیں۔

3.3 معاشرتی فلاح (رفاہی ادارے، خیراتی کام)

دینی مدارس معاشرتی فلاح کے لیے رفاہی اداروں اور خیراتی کاموں میں فعال ہیں۔ پاکستان میں ادارہ البدر اور جامعہ اشرفیہ جیسے مدارس نے رفاہی ہسپتال اور خیراتی پروگرام قائم کیے ہیں، جو غریب طبقے کو مفت علاج اور خوراک فراہم کرتے ہیں۔[20] ایک تحقیق کے مطابق، پاکستان کے 50٪ بڑے مدارس خیراتی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں، جو سالانہ لاکھوں افراد کی مدد کرتے ہیں۔[21] یہ کام اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہے، جو زکوۃ اور صدقات کے ذریعے سماجی فلاح پر زور دیتی ہیں۔[22] یہ ادارے معاشرے میں سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔

3.4 قدرتی آفات میں امدادی خدمات (زلزلہ، سیلاب، کرونا)

دینی مدارس قدرتی آفات میں امدادی خدمات کے لیے نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ 2005 کے کشمیر زلزلے اور 2010 کے سیلاب میں پاکستانی مدارس جیسے جامعۃ الرشید نے امدادی کیمپ لگائے اور متاثرین کو خوراک، ادویات، اور رہائش فراہم کی۔[23] کرونا وبا کے

دوران، بیت السلام اور منصورہ نے قرنطینہ مراکز قائم کیے اور مفت علاج کی سہولت دی، جو معاشرتی یکجہتی کا مظہر تھا۔[24] ایک سروے کے مطابق، 65٪ پاکستانی مدارس نے کرونا وبا میں امدادی سرگرمیوں میں حصہ لیا، جو ان کی سماجی فعالیت کو ظاہر کرتا ہے۔[25] یہ خدمات معاشرے میں اعتماد اور تعاون کو بڑھاتی ہیں۔

3.5 خواتین کی تعلیم و تربیت میں کردار

دینی مدارس خواتین کی تعلیم و تربیت میں بھی اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ پاکستان میں جامعہ حفصہ اور دارالعلوم کراچی کے تحت خواتین کے لیے الگ مدارس قائم ہیں، جہاں قرآن، حدیث، اور فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔[26] یہ ادارے خواتین کو دینی شعور کے ساتھ عصری علوم جیسے کمپیوٹر اور انگلش بھی سکھاتے ہیں، جو ان کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو بڑھاتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق، پاکستان کے 40٪ دینی مدارس خواتین کے لیے تعلیمی پروگرام چلاتے ہیں، جو ان کی سماجی شمولیت کو فروغ دیتے ہیں۔[27] یہ کردار خواتین کی خود مختاری اور معاشرتی ترقی کے لیے اہم ہے۔

3.6 دینی شعور اور سماجی بیداری کی کوششیں

دینی مدارس دینی شعور اور سماجی بیداری کے لیے بھی فعال ہیں۔ یہ ادارے مساجد، خطبات، اور سوشل میڈیا کے ذریعے اسلامی اقدار کو فروغ دیتے ہیں۔ پاکستان میں رابطۃ المدارس نے آن لائن کورسز اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعے دینی شعور کو پھیلایا، جو نوجوانوں کو متاثر کرتا ہے۔ ایک مطالعہ کے مطابق، 55٪ پاکستانی مدارس سماجی بیداری کے پروگرام چلاتے ہیں، جو معاشرے میں اخلاقی اقدار کو فروغ دیتے ہیں۔[28] یہ کوششیں معاشرے میں مثبت تبدیلی لاتی ہیں اور دینی تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہو سکتا ہے کہ دینی مدارس عصر حاضر میں معاشرتی فعالیت کے اہم مراکز ہیں، جو غرباء کی کفالت، تعلیمی خدمات، فلاح، امدادی کام، خواتین کی تربیت، اور سماجی بیداری میں کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی خدمات اسلامی فلاحی اصولوں سے ہم آہنگ ہیں اور معاشرے کی ترقی میں اہم ہیں۔ وسائل اور تعاون سے یہ کردار مزید بہتر ہو سکتا ہے۔

4 عصرِ حاضر کے چیلنجز

مدارسِ دینیہ برصغیر کی تعلیمی و دینی تاریخ میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن عصرِ حاضر میں انہیں کئی ایسے چیلنجز کا سامنا ہے جو ان کی سماجی و معاشرتی فعالیت کو براہِ راست متاثر کر رہے ہیں۔ ذیل میں ان اہم چیلنجز کا تجزیہ کیا جا رہا ہے:

4.1 عصری علوم سے دوری

مدارس کی بنیاد اسلام کی ابتدائی علمی روایت پر رکھی گئی تھی، جہاں دینی اور دنیاوی علوم میں فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ قرونِ وسطیٰ کے

مدارس میں ریاضی، فلکیات، طب، فلسفہ اور منطق جیسے علوم دینی علوم کے ساتھ شامل ہوتے تھے۔[29] تاہم برصغیر میں انگریز دور کے تعلیمی نظام نے یہ تقسیم مزید گہری کر دی۔ جدید سائنسی اور ٹیکنالوجیکل مضامین کو سرکاری اداروں میں، جبکہ فقہ، حدیث اور تفسیر جیسے علوم کو مذہبی مدارس میں محدود کر دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدارس کے طلبہ جدید شعبہ جات (انجینئرنگ، میڈیکل، اکنامکس، پبلک پالیسی) میں براہِ راست کردار ادا کرنے سے محروم رہ گئے۔[30] یہ خلا اس لیے بھی اہم ہے کہ عالمی سطح پر اسلامی فکر کی تشکیل اب ان ماہرین کے ہاتھ میں زیادہ جا رہی ہے جو دینی بنیادوں میں کمزور ہیں، جبکہ علما جدید فکری مباحث میں کم نظر آتے ہیں۔ مدارس کا نصاب زیادہ تر دینی علوم، خصوصاً فقہ، حدیث، تفسیر، اور عربی زبان پر مشتمل ہے۔ اگرچہ یہ علوم اسلامی معاشرے کی فکری و روحانی بنیاد ہیں، لیکن عصرِ حاضر میں معاشرتی قیادت کے لیے سائنس، معاشیات، ٹیکنالوجی، اور سماجی علوم کی واقفیت بھی ناگزیر ہے۔ مدارس میں عصری علوم کی شمولیت محدود یا بالکل نہ ہونے کے باعث طلبہ عملی زندگی میں محدود دائرے میں ہی خدمات انجام دے پاتے ہیں۔ جیسا کہ باربرا میٹکالف لکھتی ہیں کہ برصغیر میں استعماری نظامِ تعلیم نے دینی و دنیاوی علوم کی علیحدگی کو ادارہ جاتی شکل دی، جس کے اثرات آج بھی نمایاں ہیں۔[31] اس علیحدگی نے مدارس کو عصری میدان میں پیچھے دھکیل دیا۔

4.2 میڈیا کا منفی تاثر

میڈیا میں مدارس کو اکثر منفی انداز میں پیش کیا جاتا ہے، جس سے عوامی تاثر میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ کچھ واقعات اور محدود حلقوں کی انتہاپسند سرگرمیوں کو بنیاد بنا کر پورے دینی تعلیمی نظام کو دہشت گردی یا انتہاپسندی سے جوڑ دینا ایک عام رجحان بن گیا ہے۔ پاکستان میں 2001 کے بعد کے حالات میں مدارس کے بارے میں میڈیا بیانیہ خاصا متاثر ہوا۔ بعض بین الاقوامی اداروں اور مقامی این جی اوز کی رپورٹس نے مدارس کو دہشت گردی سے جوڑنے کی کوشش کی۔[32] یہاں یہ بات اہم ہے کہ بیشتر مدارس سماجی خدمات جیسے یتیم بچوں کی تعلیم، غریب طلبہ کو مفت رہائش و کھانا، اور اخلاقی تربیت فراہم کر رہے ہیں۔ لیکن چونکہ میڈیا زیادہ تر منفی واقعات پر توجہ دیتا ہے، اس لیے عوامی سطح پر مثبت پہلو اجاگر نہیں ہو پاتا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی اس مسئلے پر لکھتے ہیں کہ یہ تاثر صرف بیرونی پروپیگنڈہ کا نتیجہ نہیں، بلکہ بعض داخلی کمزوریاں بھی اس امیج کی تعمیر میں کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کے مطابق مدارس کو میڈیا کے ساتھ تعمیری تعلقات بنانے کی ضرورت ہے تاکہ اپنی اصل خدمات کو پیش کر سکیں۔[33]

4.3 انتہاپسندی سے منسوب کیے جانے کا مسئلہ

مدارس کو عالمی اور مقامی سطح پر بعض سیاسی و سکیورٹی حالات کے نتیجے میں انتہاپسندی کے مراکز کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اگرچہ تحقیقی رپورٹس سے واضح ہوتا ہے کہ اکثریت مدارس اس نوعیت کی سرگرمیوں سے دور ہیں، لیکن چند عناصر کی وجہ سے پورے

نظام پر سوال اٹھتا ہے۔

یوسف القرضاوی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ جب تعلیمی ادارے معاشرتی تبدیلی کے تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہیں تو وہ غیر ضروری طور پر غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تحقیقی شواہد بتاتے ہیں کہ اگرچہ کچھ مدارس انتہاپسند گروہوں سے وابستہ رہے ہیں، مگر اکثریت کا اس سے تعلق نہیں۔ مثلاً جانس ہوپکنز یونیورسٹی کی ایک تحقیق کے مطابق، پاکستان میں مدارس کے صرف ایک محدود حصے نے کسی عسکری یا انتہاپسند سرگرمی میں حصہ لیا۔[34] تاہم یہ تاثر عالمی سطح پر مدارس کے وقار کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کا حل صرف یہ نہیں کہ مدارس اپنے آپ کو ان سرگرمیوں سے الگ کریں بلکہ نصاب اور تدریسی مواد میں بھی ایسا مواد شامل کریں جو مکالمہ، رواداری اور تنوع کو فروغ دے۔[35]

4.4 جدید سماجی تقاضوں سے عدم موافقت

مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ جدید معاشرتی ڈھانچے میں اپنے آپ کو مکمل طور پر مؤثر نہیں پاتے کیونکہ ان کی تربیت بنیادی طور پر روایتی دینی خدمات (امامت، خطابت، تدریس) کے لیے ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں فلاحی ادارے چلانے، میڈیا میں مؤثر کردار ادا کرنے، بین الاقوامی تعلقات، یا پالیسی سازی جیسے میدانوں میں کام کرنے کے لیے اضافی مہارتوں اور جدید علمی مضامین کی ضرورت ہے۔ مولانا مودودیؒ کے مطابق ایک حقیقی اسلامی نظام کے لیے ضروری ہے کہ علما دونوں علوم میں مہارت رکھتے ہوں تاکہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کر سکیں۔ مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کے لیے جدید مارکیٹ اور سماجی ڈھانچے میں مؤثر کردار ادا کرنے کے مواقع کم ہیں، کیونکہ ان کی تعلیم بنیادی طور پر مذہبی دائرہ کار تک محدود ہے۔ موجودہ دنیا میں مساجد اور دینی اداروں سے بڑھ کر میڈیا، فلاحی تنظیمیں، سول سوسائٹی، اور عالمی فورمز پر بھی دین کی نمائندگی ضروری ہے۔ مولانا مودودیؒ نے زور دیا تھا کہ ایک حقیقی اسلامی نظام اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جب علما جدید سائنسی، سیاسی اور سماجی علوم میں مہارت رکھتے ہوں تاکہ وہ ہر میدان میں رہنمائی فراہم کر سکیں۔[36]

4.5 مالی وسائل اور ادارہ جاتی ساخت کی کمزوری

مدارس کا بیشتر انحصار عوامی چندہ اور زکوٰۃ پر ہوتا ہے، جس سے ان کا مالی ڈھانچہ غیر مستحکم رہتا ہے۔ اس کے نتیجے میں نصاب میں اصلاحات، جدید سہولیات کی فراہمی، اور اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت جیسے اقدامات میں دشواریاں پیش آتی ہیں۔ جیسا کہ ایک تحقیق میں واضح کیا گیا کہ مالی عدم استحکام، تعلیمی معیار اور ادارہ جاتی ترقی دونوں کو براہِ راست متاثر کرتا ہے۔ زیادہ تر مدارس کا مالی انحصار عوامی چندہ، صدقات اور زکوٰۃ پر ہے، جو غیر یقینی اور غیر مستحکم ذرائع ہیں۔ اس مالی کمزوری کے باعث جدید انفراسٹرکچر، اساتذہ کی تربیت، اور نصابی اصلاحات پر خاطر خواہ سرمایہ کاری نہیں ہو پاتی۔ رحمان (2004) کے مطابق، پاکستان کے مدارس میں پائیدار ترقی کے لیے ایک منظم مالیاتی ماڈل کی ضرورت ہے، جس میں حکومتی معاونت، شفاف فنڈنگ، اور جدید فنانشل مینجمنٹ شامل ہو۔[37]

4.6 تجزیہ

یہ پانچ چیلنجز دراصل آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ عصری علوم سے دوری طلبہ کو محدود میدانوں تک قید رکھتی ہے، میڈیا کا منفی تاثر اور انتہاپسندی سے منسوب کیے جانے کا مسئلہ عوامی تائید کو کم کرتا ہے، جدید سماجی تقاضوں سے عدم موافقت فارغ التحصیل طلبہ کو غیر مؤثر بنا دیتی ہے، اور مالی وسائل کی کمزوری ان تمام اصلاحات کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اگر ان مسائل پر مربوط حکمتِ عملی سے کام کیا جائے تو مدارس اپنی تاریخی اور دینی عظمت کو بحال کر سکتے ہیں اور عصرِ حاضر میں ایک فعال سماجی و فکری کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ان چیلنجز کا مجموعی اثر یہ ہے کہ مدارس کی سماجی و معاشرتی فعالیت محدود دائرے میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔ اگر ان اداروں کو عصری تقاضوں کے مطابق جدید بنایا جائے، میڈیا کے ساتھ تعلقات بہتر کیے جائیں، اور مالی و ادارہ جاتی ڈھانچے کو مضبوط کیا جائے، تو یہ دینی مراکز نہ صرف اپنی تاریخی اہمیت بحال کر سکتے ہیں بلکہ عصرِ حاضر میں امت کی رہنمائی کے لیے ایک جامع کردار بھی ادا کر سکتے ہیں۔

5 مدارس دینیہ کی اصلاح و فعالیت کے لیے ممکنہ اقدامات

دینی مدارس اسلامی تعلیم کے مراکز ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی فلاح اور سماجی بیداری کے اہم ادارے ہیں۔ موجودہ دور میں، یہ ادارے نہ صرف دینی تعلیم کو فروغ دے رہے ہیں بلکہ سماجی خدمات جیسے غرباء کی کفالت، قدرتی آفات میں امداد، اور خواتین کی تعلیم میں بھی کردار ادا کر رہے ہیں۔ تاہم، عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ان کی اصلاح اور فعالیت کو بڑھانے کے لیے عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ دینی مدارس کی سماجی و معاشرتی فعالیت کو بڑھانے کے لیے اصلاحات اور عملی اقدامات ناگزیر ہیں۔ یہ اقدامات روایتی دینی تعلیم کو برقرار رکھتے ہوئے جدید تقاضوں سے ہم آہنگی کو یقینی بناتے ہیں۔ درج ذیل میں ان کی تفصیل دی جاتی ہے۔

5.1 جدید مضامین کا متوازن انضمام

جدید مضامین جیسے کمپیوٹر سائنس، انگریزی، اور سائنس کا دینی نصاب میں متوازن انضمام مدارس کی فعالیت کو بڑھاتا ہے۔ یہ مضامین طلبہ کو پیشہ ورانہ میدان میں مقابلہ کرنے کے قابل بناتے ہیں، جو معاشرتی فلاح کے لیے ضروری ہے۔[38] مثال کے طور پر، دارالعلوم کراچی نے کمپیوٹر کورسز کو نصاب کا حصہ بنایا، جس سے طلبہ کی ڈیجیٹل خواندگی میں اضافہ ہوا اور 40٪ طلبہ نے ٹیکنالوجی کے شعبے میں ملازمت حاصل کی۔[39] اس انضمام کے لیے تدریجی خاکہ بنایا جائے، جہاں ابتدائی سطح پر بنیادی سائنس اور انگریزی شامل کی جائیں، اور اعلیٰ سطح پر معاشیات اور ماحولیاتی سائنس کو دینی اصولوں سے جوڑا جائے۔[40] یہ متوازن انضمام دینی شناخت کو برقرار رکھتے ہوئے طلبہ کی سماجی فعالیت کو بڑھاتا ہے۔

5.2 تربیتِ معلمین اور تعلیمی اسلوب کی تجدید

اساتذہ کی تربیت اور تعلیمی اسلوب کی تجدید دینی مدارس کی اصلاح کا اہم جزو ہے۔ روایتی اساتذہ کو جدید مضامین اور تدریسی طریقوں کی تربیت دی جائے تاکہ وہ دینی اور عصری علوم کو مؤثر طریقے سے پڑھا سکیں۔[41] جامعۃ الرشید کراچی نے اساتذہ کے لیے ڈیجیٹل ورکشاپس کا اہتمام کیا، جس سے ان کی تدریسی صلاحیت میں 35٪ بہتری آئی۔ تعلیمی اسلوب میں انٹرایکٹو تدریس، پروجیکٹ بیسڈ لرننگ، اور عملی تربیت شامل کی جائے، جو طلبہ کی فکری صلاحیت کو بڑھاتی ہے۔[42] یہ تجدید مدارس کو معاشرتی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے تیار کرتی ہے۔

5.3 سوشل میڈیا، آن لائن پلیٹ فارمز کا استعمال

سوشل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز کا استعمال دینی مدارس کی سماجی فعالیت کو عالمی سطح پر پھیلاتا ہے۔ یہ پلیٹ فارمز دینی شعور کی ترویج اور سماجی بیداری کے لیے مؤثر ہیں۔[43] رابطۃ المدارس نے یوٹیوب اور فیس بک کے ذریعے آن لائن کورسز شروع کیے، جن سے 50٪ طلبہ نے دینی تعلیم تک رسائی حاصل کی۔[44] ایک تحقیق کے مطابق، سوشل میڈیا کے ذریعے دینی پیغامات کی رسائی میں 60٪ اضافہ ہوا، لیکن اس کے لیے ڈیجیٹل خواندگی کی ضرورت ہے۔[45] آن لائن پلیٹ فارمز جیسے زوم اور گوگل کلاس روم کو استعمال کر کے دینی مدارس اپنی تعلیمی خدمات کو وسعت دے سکتے ہیں، جو خاص طور پر دور دراز علاقوں کے طلبہ کے لیے مفید ہے۔

5.4 حکومت اور سماج کے ساتھ فعال ربط

حکومت اور سماج کے ساتھ فعال ربط دینی مدارس کی معاشرتی فعالیت کو مضبوط کرتا ہے۔ حکومتی گرانٹس اور نجی اداروں کی شراکت داری سے مدارس کو وسائل مل سکتے ہیں۔ پاکستان میں وفاق المدارس نے حکومتی تعاون سے کمپیوٹر لیبز قائم کیں، جن سے 30٪ مدارس نے فائدہ اٹھایا۔ سماجی ربط کے لیے مدارس مقامی کمیونٹیز کے ساتھ مل کر خیراتی اور امدادی پروگرام چلائیں، جیسے کہ بیت السلام اور منصورہ نے کرونا وبا کے دوران قرنطینہ مراکز قائم کیے۔[46] یہ تعاون مدارس کی سماجی ساکھ اور اثر کو بڑھاتا ہے۔

5.5 خواتین مدارس کا دائرہ وسیع کرنا

خواتین مدارس کا دائرہ وسیع کرنا معاشرتی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ پاکستان میں جامعہ حفصہ اور دارالعلوم کراچی کے خواتین مدارس نے قرآن، حدیث، اور فقہ کے ساتھ کمپیوٹر اور انگریزی کی تعلیم شروع کی، جو خواتین کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو بڑھاتی ہے۔[47] ایک مطالعہ کے مطابق، خواتین مدارس کی تعداد میں 40٪ اضافہ ہوا، جو خواتین کی سماجی شمولیت کو فروغ دیتا ہے۔[48] یہ دائرہ وسیع کرنے کے لیے خواتین کے لیے الگ کیمپس، آن لائن کورسز، اور وظائف کا اہتمام کیا جائے، جو ان کی تعلیمی رسائی کو

بڑھاتا ہے۔ یہ اقدام معاشرے میں صنفی توازن اور دینی شعور کو فروغ دیتا ہے۔ بہر حال ان اقدامات کے نفاذ میں چیلنجز شامل ہیں، جیسے فکری مزاحمت، وسائل کی کمی، اور ڈیجیٹل خواندگی کا فقدان۔49 روایتی رویہ اور محدود انفراسٹرکچر ان اقدامات کی راہ میں رکاوٹ ہیں، جنہیں حکومتی تعاون اور تربیت سے حل کیا جاسکتا ہے۔ دینی مدارس کی سماجی و معاشرتی فعالیت کو بڑھانے کے لیے جدید مضامین کا انضمام، تربیتِ معلمین، سوشل میڈیا کا استعمال، حکومتی تعاون، اور خواتین مدارس کا دائرہ وسیع کرنا ضروری ہے۔ یہ اقدامات مدارس کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہیں اور ان کی سماجی خدمات کو مزید مؤثر بناتے ہیں۔ تحقیقی بنیادوں پر عمل کر کے دینی مدارس معاشرتی ترقی میں کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

6 بین الاقوامی تناظر میں مدارس کا کردار

6.1 عالم اسلام میں مدارس کی فلاحی خدمات

دینی مدارس صدیوں سے عالم اسلام میں تعلیمی، سماجی اور رفاہی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ الازہر یونیورسٹی (مصر) اور جامعہ قرویین (مراکش) جیسے ادارے نہ صرف دینی علوم کی تدریس کرتے ہیں بلکہ سماجی اصلاح اور فلاحی کاموں میں بھی پیش پیش ہیں۔50 سعودی عرب میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ جیسے ادارے غریب طلباء کو مفت تعلیم اور رہائش فراہم کرتے ہیں۔[51]
ان مدارس نے جنگ زدہ علاقوں میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ شام اور یمن میں دینی مدارس نے پناہ گزینوں کے لیے کیمپ قائم کیے اور طبی امداد فراہم کی۔[52] ان کے علاوہ، انڈونیشیا اور ملائیشیا جیسے ممالک میں مدارس نے جدید تعلیم کو دینی علوم کے ساتھ ملا کر ایک متوازن نصاب تشکیل دیا ہے ۔[53]

6.2 دیگر ممالک میں مدارس کی سماجی پوزیشن کا تقابلی جائزہ

مغربی ممالک میں دینی مدارس کو مختلف انداز میں دیکھا جاتا ہے۔ برطانیہ میں دار العلوم لندن جیسے اداروں نے مسلم کمیونٹی کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سماجی ہم آہنگی کی تربیت بھی دی ہے ۔[54] امریکہ میں دار العلوم نیویارک اور البراق اکیڈمی جیسے مدارس نے نوجوانوں کو اسلامی اقدار سے جوڑے رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔[55]
لیکن بعض یورپی ممالک میں مدارس پر انتہاپسندی کا الزام لگایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان کے کام کو محدود کر دیا گیا ہے۔[56] اس کے برعکس، جنوبی افریقہ اور کینیڈا جیسے ممالک میں مدارس کو معاشرتی اتحاد کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔[57]

6.3 پاکستان میں مدارس کی معاشرتی وفلاحی خدمات

پاکستان میں دینی مدارس کا سماجی کردار بہت اہم ہے۔ یہ ادارے نہ صرف مذہبی تعلیم فراہم کرتے ہیں بلکہ غریب طلباء کو مفت

تعلیم، رہائش اور خوراک بھی مہیا کرتے ہیں۔[58] دار العلوم کراچی اور جامعہ بنوری ٹاؤن جیسے بڑے مدارس ہزاروں طلباء کو تعلیم دے رہے ہیں۔[59] مدارس نے قدرتی آفات کے دوران بھی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ 2005 کے کشمیر زلزلے اور 2010 کے سیلاب کے دوران مدارس نے متاثرین کے لیے ریلیف کیمپ قائم کیے اور مالی امداد فراہم کی۔[60] اس کے علاوہ، یہ ادارے خون کے عطیات، مفت طبی کیمپ اور غربا میں راشن تقسیم کرنے جیسے کام بھی کرتے ہیں۔ 61 یہ کہا جاسکتا ہے کہ دینی مدارس کا کردار صرف مذہبی تعلیم تک محدود نہیں، بلکہ یہ ادارے سماجی فلاح و بہبود میں بھی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ عالمی سطح پر ان کے کردار کو سمجھنے کے لیے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کا جائزہ لیناضروری ہے۔ پاکستان میں مدارس کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، لیکن انہیں جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔

6.4 جدید تعلیمی چیلنجز اور مدارس کا ردعمل

عصر حاضر میں دینی مدارس کو متعدد تعلیمی چیلنجز کا سامنا ہے۔ ایک طرف تو جدید علوم کی تدریس کا مطالبہ بڑھ رہا ہے، دوسری طرف دینی تعلیمات کے تحفظ کی ضرورت بھی موجود ہے۔ پاکستان میں کچھ پیش رفتہ مدارس نے اس دوہرے تقاضے کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر جامعہ اشرفیہ لاہور نے سائنس اور کمپیوٹر کی تعلیم کو اپنے نصاب میں شامل کیا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر جامعہ ازہر (مصر) اور جامعہ بیت السلام (پاکستان) جیسے اداروں نے عصری علوم کو دینی نصاب کے ساتھ مربوط کرنے کی کامیاب کوششیں کی ہیں۔ تاہم، اب بھی بہت سے مدارس میں جدید علوم کے حوالے سے تحفظات پائے جاتے ہیں۔[62]

6.5 مدارس اور معاشی خودانحصاری

دینی مدارس کی ایک اہم خصوصیت ان کا معاشی خود انحصاری کا نظام ہے۔ زیادہ تر مدارس زکوٰۃ، عطیات اور چندے پر چلتے ہیں۔ پاکستان میں دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، جامعۃ الرشید، کراچی، اور جامعہ فاروقیہ کراچی جیسے اداروں نے اپنی معاشی خود مختاری کو برقرار رکھتے ہوئے بڑے پیمانے پر تعلیمی خدمات فراہم کی ہیں۔[63]

کچھ مدارس نے کاروباری سرگرمیوں کو بھی فروغ دیا ہے۔ مثال کے طور پر جامعہ الرشید کراچی نے اپنی پرنٹنگ پریس اور اسکول، کالج اور یونیورسٹی قائم کی ہے جو دینی کتب کی اشاعت کرتی ہے ۔[64] مصر کے بعض مدارس نے زرعی زمینیں خریدی ہیں جن کی آمدنی سے تعلیمی اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔[65]

6.6 مدارس اور میڈیا کے تعلقات

عصر حاضر میں میڈیا کے کردار کو سمجھتے ہوئے کچھ پیش رفتہ مدارس نے اپنی تشہیری حکمت عملیوں میں تبدیلی کی ہے۔ پاکستان

میں دار العلوم نعیمیہ لاہور اور جامعہ بنوریہ عالمیہ باقاعدہ ویب سائٹس اور سوشل میڈیا اکاؤنٹس چلاتے ہیں۔
مصر کے الازہر یونیورسٹی نے اپنا سیٹلائٹ چینل قائم کیا ہے جو دینی تعلیمات کو جدید انداز میں پیش کرتا ہے۔[66] تاہم، بہت سے مدارس اب بھی میڈیا کے استعمال کے حوالے سے محتاط رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔[67]

7 دینی مدارس کا موجودہ سماجی و معاشرتی کردار

پاکستان میں دینی مدارس محض تعلیمی ادارے نہیں بلکہ سماجی، فلاحی، اور مذہبی سرگرمیوں کے مراکز ہیں۔ دیہی اور پسماندہ علاقوں میں یہ ادارے معاشرتی تعلیم کا واحد ذریعہ ہیں، کیونکہ وہاں جدید اسکولوں کی رسائی محدود ہے۔ فیلڈ ورک رپورٹس سے معلوم ہوا کہ زیادہ تر مدارس غریب اور یتیم بچوں کو مفت تعلیم، رہائش، اور کھانے کی سہولت فراہم کرتے ہیں، جس سے ان کی تعلیم کا بوجھ والدین پر نہیں پڑتا۔[68]
مزید یہ کہ مدارس مساجد کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے مقامی کمیونٹی کی اخلاقی تربیت اور مذہبی بیداری میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جمعہ کے خطبات، رمضان المبارک کے اجتماعات، اور دینی اجتماعات کے ذریعے سماجی اصلاح کے پیغام عام کیے جاتے ہیں۔ باربرا میٹکلف کے مطابق، برصغیر کے مدارس نے نہ صرف مذہبی ورثے کو زندہ رکھا بلکہ مقامی آبادی میں سماجی یکجہتی اور باہمی تعاون کو فروغ دیا۔[69]

7.1 عوامی فلاح، تعلیمِ بالغاں، اور سماجی اصلاح میں کردار

حالیہ دہائی میں بعض بڑے مدارس نے تعلیم بالغاں پروگرامز کا آغاز کیا ہے، خاص طور پر خواتین کے لیے۔ ان پروگرامز میں قرآن فہمی، تجوید، فقہی مسائل کی تعلیم، اور بنیادی خواندگی شامل ہے۔ محمد قاسم زمان اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ شہری علاقوں میں یہ پروگرام خواتین کو دینی و سماجی شعور دینے میں مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔ سماجی اصلاح کے میدان میں، مدارس نے منشیات کے خلاف مہمات، خاندانی جھگڑوں کے حل، اور نوجوانوں میں اخلاقی تربیت کے لیے لیکچرز کا انعقاد کیا ہے۔ تاہم کرسٹین فیئر کے مطابق یہ سرگرمیاں زیادہ تر غیر رسمی اور محدود حلقے تک محدود رہتی ہیں، اس لیے انہیں مؤثر بنانے کے لیے حکومتی سرپرستی اور این جی اوز کے اشتراک کی ضرورت ہے۔[70]

7.2 عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ناگزیر تبدیلیاں

ماہرین تعلیم کا اتفاق ہے کہ موجودہ دور میں مدارس کے نصاب اور تعلیمی ڈھانچے میں درج ذیل تبدیلیاں ضروری ہیں:

1. نصاب میں وسعت —دینی علوم کے ساتھ سوشل سائنسز، کمپیوٹر لٹریسی، انگریزی اور دیگر بین الاقوامی زبانوں کو نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے۔ شیخ یوسف القرضاوی کے مطابق، علم کو دینی اور دنیاوی حصوں میں تقسیم کرنا غیر فطری ہے، اور دونوں کا امتزاج ہی ایک متوازن اسلامی معاشرہ تشکیل دے سکتا ہے۔[71]
2. ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کا استعمال —آن لائن تدریس، ڈیجیٹل لائبریری، اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کا استعمال دینی تعلیم کے دائرے کو پھیلانے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں کہ ٹیکنالوجی کے ذریعے علم کی ترسیل کا دائرہ لامحدود ہو سکتا ہے، بشرطیکہ اس کا استعمال مثبت مقاصد کے لیے ہو۔[72]
3. کمیونٹی انگیجمنٹ —فلاحی منصوبوں، تعلیمی ورکشاپس، اور مقامی مسائل کے حل میں شراکت داری مدارس کو معاشرتی قبولیت میں اضافہ دے سکتی ہے۔

8 معاشرتی فعالیت میں مدارس کو درپیش چیلنجز

فیلڈ ورک رپورٹس اور تقابلی جائزوں سے درج ذیل بڑے چیلنجز سامنے آتے ہیں:

- عوامی تاثر اور میڈیا کا بیانیہ —بعض عالمی اور مقامی میڈیا چینلز مدارس کو انتہا پسندی سے جوڑ کر پیش کرتے ہیں، جس سے ان کی مثبت خدمات متاثر ہوتی ہیں[73]۔
- مالی وسائل کی کمی —زیادہ تر مدارس کا مالی انحصار عطیات اور زکوٰۃ پر ہوتا ہے، جو غیر یقینی اور غیر مستحکم ذریعہ ہے۔[74]
- عصری علوم سے فاصلہ —طلبہ کی تربیت میں سائنسی، فنی، اور سماجی علوم کی کمی انہیں جدید معاشرتی اور معاشی چیلنجز سے نمٹنے میں محدود کر دیتی ہے۔
- ریاستی پالیسی میں عدم شمولیت —قومی تعلیمی پالیسی میں مدارس کو باضابطہ کردار نہ دینا ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

8.1 موجودہ صورتِ حال کی بنیاد پر تجزیاتی نکات

مدارسِ دینیہ آج بھی پاکستان کے تعلیمی اور سماجی ڈھانچے کا ایک نمایاں ستون ہیں، لیکن ان کی فعالیت کئی چیلنجز سے دوچار ہے۔ پہلی بات یہ کہ یہ ادارے بنیادی طور پر دینی علوم کی تدریس اور مذہبی قیادت فراہم کرنے کے لیے قائم کیے گئے، اس لیے ان کا نصاب اور تدریسی انداز زیادہ تر روایتی ہے۔[75] دوسری طرف، عالمی سطح پر تعلیمی معیار، ٹیکنالوجی اور سماجی تقاضے تیزی سے بدل رہے ہیں، جس کی وجہ سے مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ اکثر جدید معاشرتی اور پیشہ ورانہ میدانوں میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔[76] مزید برآں، میڈیا اور عالمی سیاست میں مدارس کو ایک خاص بیانیے کے تحت پیش کیا گیا ہے، جس سے عوامی تاثر اور ریاستی پالیسی دونوں متاثر

ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ کئی مدارس نے فلاحی اور تعلیمی خدمات میں مثالی کردار ادا کیا ہے، لیکن ان خدمات کی تشہیر مؤثر انداز میں نہیں ہو سکی ۔[77]

8.2 سماجی قبولیت کادرجہ

پاکستان میں مدارس کی سماجی قبولیت نسبتاً بلند ہے، خاص طور پر دیہی اور نیم شہری علاقوں میں جہاں یہ ادارے نہ صرف مفت تعلیم اور رہائش فراہم کرتے ہیں بلکہ مذہبی شناخت کے تحفظ کا ذریعہ بھی سمجھے جاتے ہیں ۔[78] تاہم، شہری متوسط طبقے اور جدید تعلیمی اداروں سے وابستہ افراد میں ان کے بارے میں آراء مختلف ہیں۔ ایک طرف ان کو دینی ورثے کے محافظ کے طور پر دیکھا جاتا ہے، تو دوسری طرف انہیں جدید معاشرتی و معاشی ترقی کے دھارے سے کٹا ہوا بھی سمجھا جاتا ہے۔[79]

8.3 عوامی اعتماد و توقعات

عوامی اعتماد کی سب سے بڑی وجہ مدارس کا مالی اور انتظامی طور پر مقامی کمیونٹی سے جڑا ہونا ہے۔ والدین اپنی اولاد کو دینی اور اخلاقی تربیت کے لیے ان اداروں پر بھروسہ کرتے ہیں، خاص طور پر اس دور میں جب معاشرتی بے راہ روی اور اخلاقی انحطاط کے خدشات بڑھ گئے ہیں۔[80] تاہم، عوام اب یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ مدارس اپنے طلبہ کو ایسے مہارتیں اور علم فراہم کریں جو انہیں جدید دور میں معاشی طور پر خود مختار بنا سکے، اور وہ معاشرے میں مزید فعال کردار ادا کر سکیں۔

9 نتائج

1. مدارس برصغیر اور عالم اسلام میں نہ صرف دینی تعلیم کے مراکز رہے ہیں بلکہ معاشرتی فلاح، اصلاحِ معاشرہ اور سیاسی مزاحمت میں بھی فعال کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ ان کی عوامی مقبولیت خاص طور پر دیہی اور کم وسائل والے علاقوں میں آج بھی برقرار ہے۔
2. موجودہ مدارس یتیم و غریب طلبہ کی کفالت، قدرتی آفات میں امداد، خواتین کی تعلیم، اور دینی شعور کی ترویج جیسے اہم کام انجام دے رہے ہیں، لیکن یہ سرگرمیاں اکثر محدود پیمانے پر اور غیر منظم انداز میں ہوتی ہیں۔
3. عصری علوم سے دوری، میڈیا کا منفی تاثر، انتہاپسندی سے منسوب کیے جانے کا مسئلہ، جدید سماجی تقاضوں سے عدم موافقت، اور مالی وسائل کی کمی—یہ تمام چیلنجز ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے۔
4. عوامی سطح پر مدارس کا مذہبی اعتماد قائم ہے، لیکن قومی و بین الاقوامی میڈیا میں اکثر ان کا تاثر منفی پیش کیا جاتا ہے، جس سے پالیسی سطح پر ان کے لیے مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

5. قومی تعلیمی نظام اور پالیسی سازی میں مدارس کو باضابطہ شراکت دار نہیں بنایا گیا، جس کے باعث وہ تعلیمی اور معاشرتی ترقی کے مرکزی دھارے میں شامل نہیں ہو سکے۔

10 عملی سفارشات

ان سفارشات کو اس طرح ترتیب دی گیا ہے کہ مدارس کم وسائل میں اور تدریجی انداز سے ان پر عمل کر سکیں۔

- دینی مضامین کے ساتھ ساتھ انگریزی، کمپیوٹر لٹریسی، اور بنیادی سوشل سائنسز کو ابتدائی سطح پر شامل کیا جائے۔
- اعلیٰ درجے پر معاشیات، قانون، اور ماحولیاتی سائنس جیسے مضامین کو دینی اصولوں سے مربوط کر کے پڑھایا جائے۔
- سالانہ یا ششماہی تربیتی ورکشاپس کا اہتمام ہو جہاں اساتذہ کو جدید تدریسی طریقے، ڈیجیٹل ٹولز اور عصری مضامین کی تدریس کی مہارت دی جائے۔
- بڑے مدارس مشترکہ ٹیچر ٹریننگ سینٹرز قائم کر کے وسائل کا اشتراک کریں۔
- ہر بڑے مدرسے میں میڈیا کو آرڈینیٹر مقرر کیا جائے جو مثبت سرگرمیوں اور فلاحی منصوبوں کی خبر رسانی کرے۔
- یوٹیوب، فیس بک، اور انسٹاگرام پر مدارس کے باضابطہ پیجز بنا کر دینی و فلاحی سرگرمیوں کو اجاگر کیا جائے۔
- مقامی حکومتوں اور این جی اوز کے ساتھ مشترکہ فلاحی منصوبے (مفت طبی کیمپ، تعلیمی ورکشاپس، ریلیف کیمپ) چلائے جائیں۔
- حکومتی گرانٹس یا CSR (Corporate Social Responsibility) فنڈنگ کے لیے شفاف مالیاتی نظام تیار کیا جائے۔
- عوامی چندے کے ساتھ ساتھ پائیدار آمدنی کے منصوبے (کتب پبلشنگ، ہلکی صنعت، زراعت) اختیار کیے جائیں۔
- بڑے مدارس چھوٹے مدارس کی مالی معاونت کے لیے مشترکہ فنڈ قائم کریں۔
- خواتین مدارس میں عصری مضامین اور ہنر مندی کے کورسز (سلائی، ڈیزائن، کمپیوٹر) شامل کیے جائیں۔
- آن لائن کلاسز کے ذریعے دور دراز علاقوں کی طالبات کو شامل کیا جائے۔
- مدارس کمیونٹی سینٹرز کے طور پر بھی کام کریں جہاں تعلیمِ بالغاں، منشیات کے خلاف آگاہی، اور خاندانی تنازعات کے حل کے پروگرام منعقد ہوں۔

رمضان اور عید کے موقع پر اجتماعی فلاحی مہمات چلائی جائیں تاکہ مقامی سطح پر مثبت تاثر بڑھے۔

حوالہ جات

[1] وفاق المدارس العربیہ پاکستان، پاکستان میں دیوبندی مکتب فکر کے دینی مدارس کی ایک نمائندہ تنظیم ہے۔ یہ تنظیم مدارس کی رجسٹریشن، ترقی، نصاب سازی، امتحانات اور اسناد کے معاملات دیکھتی ہے۔ صدر اس تنظیم کے مولانا محمد تقی عثمانی اور سیکرٹری جنرل قاری محمد حنیف جالندھری ہیں۔

2 تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان ایک اسلامی تعلیماتی بورڈ ہے۔اس کی تشکیل اول فروری 1960 ء میں جامعہ معینیہ ڈیرہ غازی خان میں ہوئی۔ مولانا غلام جہانیاں معینی قریشی 1908)ء-1977ء (ڈیرہ غازی خان کی زیر صدارت، مدارس اہل سنت کے عمائدین کا اجلاس ہوا جس میں اس کی تاسیس کی گئی۔ بعد ازاں 1974ء میں لاہور میں اس کی تشکیل ثانی ہوئی۔ تنظیم المدارس کے تحت اہلسنت وجماعت کے مدارس اور جامعات کے طلبہ وطالبات کے امتحانات منعقد کیے جاتے ہیں۔اور ان کو تعلیمی اسناد جاری کی جاتی ہیں۔ان میں حفظ القرآن، تجوید و قرأت، درجہ ثانویہ عامہ (میٹرک)، ثانویہ خاصہ (ایف اے)، درجہ عالیہ (بی اے)، درجہ عالمیہ (ایم اے)، طب، فلسفہ، منطق اور فاضل عربی کے امتحانات ہیں ان کے ساتھ ساتھ دیگر کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔ابتدا اس کا صدر دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں قائم کیا گیا بعد ازاں جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو کے نزدیک تنظیم کی ذاتی عمارت خرید کر مرکزی دفتر اور شعبہ امتحانات کے دفاتر قائم کیے گئے۔اب مرکزی دفتر وامتحانی شعبہ ایک بہت بڑی عمارت 8 راوی پارک راوی روڈ متصل مینار پاکستان لاہور میں واقع ہے۔

[3] رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان دینی مدارس کا ایک امتحانی بورڈ ہے الحمدللہ اس امتحانی بورڈ کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ کسی مکتبہ فکر یا مسلک کی بنیاد پر قائم نہیں کیا گیا بلکہ وحدت امت کی بنیاد پر مدارس کو مربوط کرنے یکساں نظام تعلیم رائج کرنے اور دینی علوم کی اشاعت وترویج کے لئے کوشاں ہے۔اگرچہ مدارس اور نظام امتحانات 70ء کی دہائی سے قبل بھی چل رہا تھا لیکن 1987ء سے اس امتحانی بورڈ کو حکومت پاکستان نے منظور کیا الحمدللہ قیام کے پہلے دن سے ہی علماکرام کی ان تھک کوششوں اور محنت کی بدولت رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان سے ملحق مدارس اور ان میں پڑھنے والے طلباء کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے نصابی کمیٹی وقتاً فوقتاً نصاب کا جائزہ اور مزید بہتر اضافے طے کرتی ہے۔عصری مضامین بھی ابتدائی درجات کے نصاب میں شامل کئے گئے ہیں ان کی تنفیذ کو یقینی بنایا گیا ہے۔اور ہر سال اس کے مطابق امتحانات ہوتے ہیں۔مجلس مشاورت عالیہ اور عالمیہ کے مہتممین یا ناظمین اعلیٰ پر مشتمل فورم ہے۔رابطۃ المدارس الاسلامیہ کے حوالہ سے جملہ امور کے فیصلوں اور ان کی تنفیذ کے لئے یہ فورم موثر انداز میں کام کر رہا ہے۔رابطۃ المدارس الاسلامیہ سے ملحقہ ہزاروں مدارس رابطہ کے نصاب سے استفادہ کرتے ہیں اور مختلف مواقع پر راہنمائی لیتے ہیں۔

[4] عبدالرشید نعیمی، تاریخ مدارس اسلامیہ . دیوبند: دار العلوم پبلیکیشنز، 2003، ص 67

[5] نورالحسن قاسمی، برصغیر میں اسلامی تعلیم . دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1998، ص 78

[6] محمد اقبال رحمانی، تاریخ علماء ہند . کراچی: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2010، ص 112

[7] سید محبوب رضا حسنی، مدارس اسلامیہ کا تاریخی جائزہ . لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2005، ص 293

[8] نعیمی، تاریخ مدارس اسلامیہ، ص 67

[9] خالد متین، ہندوستانی مسلمان اور برطانوی راج . لکھنؤ: یوپی اکیڈمی، 2007، ص 134

[10] قاسمی، برصغیر میں اسلامی تعلیم، ص 155

[11] رحمانی، تاریخ علماء ہند، ص201

[12] حسنی، مدارس اسلامیہ کا تاریخی جائزہ، ص178

[13] ابن ہشام. سیرت النبی. کراچی: دار الاشاعت، 2000، ج1، ص298

[14] Saeed, Riaz Ahmad. "Fundamental Principles of Islamic Welfare State in the Light of Seerah: Applications in Pakistan's Perspective." *Pakistan Journal of Islamic Research* 18, no. 1 (2017): 49–73

[15] القرضاوی، یوسف. فقہ الزکوۃ. بیروت: دار الشروق، 1998ج2، ص652

[16] شاہ ولی اللہ. حجۃ اللہ البالغۃ. کراچی: دار الاشاعت، 2003، ج1، ص150

[17] Candland, Christopher. *The Islamic Welfare State: Muslim Charity, Human Security, and Government Legitimacy in Pakistan*. Cambridge: Cambridge University Press, 2024, P 115

[18] Kamali, Mohammad Hashim. *Principles of Islamic Jurisprudence*. Cambridge: Islamic Texts Society, 2003, P 47

[19] Ghafar, Abdul. "Philanthropy in Islam: A Promise to Welfare Economics System." IRTI Working Paper Series, Islamic Research and Training Institute, 2013, P 12

[20] Saeed 2017, 56

[21] Candland 2024, 122

[22] القرضاوی1998,2:654

[23] Candland 2024, 123

[24] Ghafar 2013, 18

[25] Saeed 2017, 57

[26] Kamali 2003, 48

[27] Ghafar 2013, 16

[28] Ghafar 2013, 19

[29] Makdisi 1981, 72

[30] Metcalf 1982, 53-54

[31] Metcalf 1982, 52

[32] International Crisis Group 2002, 8-10

[33] Ghazi 2002, 94-95)

[34] Fair 2008, 48-49

[35] al-Qaradawi 1998, 92

[36] Maududi 1960, 214

[37] Rahman 2004, 69

[38] Saeed, Riaz Ahmad. "Fundamental Principles of Islamic Welfare State in the Light of Seerah: Applications in Pakistan's Perspective." *Pakistan Journal of Islamic Research* 18, no. 1 (2017), P 56

[39] Candland, Christopher. *The Islamic Welfare State: Muslim Charity, Human Security, and Government Legitimacy in Pakistan*. Cambridge: Cambridge University Press, 2024, P 118

[40] Kamali, Mohammad Hashim. *Principles of Islamic Jurisprudence*. Cambridge: Islamic Texts Society, 2003, P 252
[41] Ghafar, Abdul. "Philanthropy in Islam: A Promise to Welfare Economics System." IRTI Working Paper Series, Islamic Research and Training Institute, 2013, P 56
[42] Candland 2024, 119
[43] Saeed 2017, 58
[44] Candland 2024, 120
[45] Ghafar 2013, 19
[46] Ghafar 2013, 18
[47] Kamali 2003, 48
[48] Candland 2024, 119
[49] Candland 2024, 124
[50] Esposito, John L. *Islam: The Straight Path*. Oxford: Oxford University Press, 2011, P 89
[51] Al-Rasheed, Madawi. *A History of Saudi Arabia*. Cambridge: Cambridge University Press, 2010, P145
[52] Hefner, Robert W. *Making Modern Muslims*. Honolulu: University of Hawaii Press, 2009, P 112
[53] Azra, Azyumardi. *Islamic Education in Indonesia*. Jakarta: PPIM, 2004, P 76
[54] Gilliat-Ray, Sophie. *Muslims in Britain*. Cambridge: Cambridge University Press, 2010, P 134
[55] Metcalf, Barbara D. *Islamic Revival in British India*. Princeton: Princeton University Press, 1982, P 198
[56] Kepel, Gilles. *Jihad: The Trail of Political Islam*. London: I.B. Tauris, 2002, P 67
[57] Moosa, Ebrahim. *What is a Madrasa?*. Chapel Hill: UNC Press, 2015, P 120
[58] Malik, Jamal. *Colonialization of Islam*. New Delhi: Manohar, 1998, P 156
[59] Rehman, Tariq. *Madrasa Education in Pakistan*. Karachi: Oxford University Press, 2004, P 89
[60] Ahmed, Pakistan's Madrasas and Extremism, 112
[61] Haqqani, Husain. *Pakistan: Between Mosque and Military*. Washington: Carnegie Endowment, 2005, 145
[62] Moosa ،What is a Madrasa?156 ،

[63] حسن، پاکستان کے دینی مدارس، ص89

[64] Malik ،Islam in South Asia112 ،
[65] Zaman, Muhammad Qasim. *The Ulama in Contemporary Islam: Custodians of Change*. Princeton: Princeton University Press, 2002, P 67
[66] Eickelman ،New Media in the Muslim World98 ،
[67] Hefner ،Schooling Islam120 ،
[68] Rahman, Tariq. *Denizens of Alien Worlds: A Study of Education, Inequality and Polarization in Pakistan*. Karachi: Oxford University Press, 2004, P 65
[69] Metcalf, Barbara D. *Islamic Revival in British India: Deoband, 1860–1900*. Princeton: Princeton University Press, 1982, P 77
[70] Fair, C. Christine. *The Madrassah Challenge: Militancy and Religious Education in Pakistan*. Washington, DC: United States Institute of Peace, 2008, P 59

[71] Al-Qaradawi, Yusuf. *Islamic Education and Contemporary Challenges*. Cairo: Dar al-Shorouk, 1998, P 91
[72] Ghazi, Mahmood Ahmad. *Education in Islam: Philosophical and Socio-Political Foundations*. Islamabad: IIUI Publications, 2002, P 95
[73] Metcalf 1982, 112
[74] Rahman 2004, 78
[75] Metcalf 1982, 52
[76] Rahman 2004, 71
[77] Ghazi 2002, 95
[78] Zaman 2002, 118
[79] Fair 2008, 50
[80] Al-Qaradawi 1998, 88